پاکستان کے اسلامی مدارس میں تعلیم وتربیت کے اسالیب کا تحقیقی وتنقیدی جائزہ

Research and Critical Review of Education and Training Strategies in Islamic Madāris of Pakistan

Muhammad Waris

Qurtuba University, Dera Ismail Khan, Pakistan

Muhammad Ajmal Farooq

Islamic Research Institute, International Islamic University, Islamabad, Pakistan

Abstract

The Madrasa is the source of knowledge and wisdom from which the passengers of the colorful world bloom who, after being irrigated with the holy chapter of knowledge, decides to camphor the darkness of barbarity from the world. Then the light creatures are on the floor in their path. The teacher is a mirror of a great position. The holy prophet said, "I am a teacher. Allah Almighty has sent me as a teacher." The purpose of which is to adorn the servants of God with the adornment of education, to become a practical example of my eyes are bright, my heart is happy. And Allah's Messenger (peace and blessings of Allah be upon him) said: He recites and incarcerates them and teaches them the Book and Wisdom, even though they were in clear error before this. This is the same school of prophecy about which Iqbal said: it was the miracle of the school and its training, who taught Ismail the good manners.

Keywords: Pakistan, Education, Madāris, Islamic knowledge, research, training

۱. تمہید

مدرسہ علم وحکمت کا سرچشمہ ہوتا ہے جہاں سے جہان رنگ وبو کے طائران لاہوتی علمی تشنگی کا مداوا کرتے ہیں۔جو علم کے پاک جام لبالب سے سیراب ہو کر دنیا سے جہالت کو کافور کرنے کا ٹھان لیتے ہیں۔پھر نوری مخلوق ان کے راستوں پر فرش راہ و چشم براہ ہوتی ہے۔استاد ایک عظیم منصب کا آئینہ دار ہوتا ہے، سرور کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا **"انما بعثت معلما"**(۱) کہ مجھے اللہ تعالی نے معلم بنا کر بھیجا ہے، جس کا مقصد بندگان خدا کو زیور تعلیم آراستہ فرما کر، چشم ما روشن،دل ما شاد کا عملی مصداق بنانا ہوتا ہے۔ارشاد باری تعالی ہے هُوَ الَّذِي بَعَثَ فِي الْأُمِّيِّينَ رَسُولًا مِنْهُمْ يَتْلُو عَلَيْهِمْ آيَاتِهِ وَيُزَكِّيهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتَابَ وَالْحِكْمَةَ وَإِنْ كَانُوا مِنْ قَبْلُ لَفِي ضَلَالٍ مُبِينٍ (۲) وہ ہے (تمہارا خالق ومالک) جس نے امی لوگوں میں ایک رسول بھیجا جو انہی میں سے ہے،ان پر اللہ تعالی کی آیات تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ فرماتا ہے،اور انہیں کتاب وحکمت کی تعلیم دیتا ہے اگرچہ وہ لوگ اس سے قبل کھلی گمراہی میں تھے۔یہ وہی مکتب نبوت ہے جس کے بارے اقبال نے کہا:

یہ فیضان نظر تھا کہ مکتب کی کرامت تھی سکھائے کس نے اسماعیل کو آداب فرزندی

---

۱ مسلم بن حجاج القشیری، **الجامع الصحیح** (کراچی: قدیمی کتب خانہ،۱۹۴۹ء)، رقم:۱۴۷۸۔

۲ الجمعۃ،۲:۶۲۔

۲. طفل مکتب اور معماران قوم کے حقوق

استاد ایک محسن قوم ہوتا ہے اور جو قومیں اپنے محسن کا ادب واحترام کرتی ہیں وہ ترقی پاجاتی ہیں اور جو شخص استاد کا احترام کرتا ہے وہ ببانگ دہل اعلان کر رہا ہوتا ہے: **فزت ورب الکعبۃ**(3) کہ رب کعبہ کی قسم میں کامیاب ہو گیا ہوں۔تاہم استاد کو بھی چاہیے کہ وہ اپنے منصب کا پاسدار ہو اور طلبہ کو اپنا بیٹا تصور کرے اور ان کے ساتھ پیار ومحبت کا رشتہ قائم کرے اور ان کی عزت نفس کو مجروح نہ کرے بلکہ ان میں کوئی خطا دیکھے تو ان کی اصلاح کرے، اگر ضرورت محسوس کرے تو ہلکی سی سزا بھی دے سکتا ہے تاہم ایسی سزا نہ دے جو بچے کو سرکشی پر مجبور کردے جیسا کہ برصغیر پاک وھند کے کچھ مدارس میں اس قسم کی سزا دی جاتی ہے جو بچے کو ذہنی یا جسمانی طور پر مفلوج کر دیتی ہے۔آئے روز اخبارات میں لگی خبروں کو پڑھ کر دل کڑھتا ہے، انتہائی تکلیف ہوتی ہے کہ ایک نام نہاد استاد نے بچے کو پنکھے سے لٹکا کر بے تحاشا ملا اتو کبھی سنتے ہیں کہ فلاں استاد نے بچے کو اس قدر مارا کہ اس کا فلاں عضو ٹوٹ گیا ہے۔تو یہ وہ انداز تادیب ہے جس کا جواز کسی امت کے صحیفے میں نہیں ملتا۔لیکن اس کے برعکس بچے کو بالکل کھلی رسی دے دینا کہ جو وہ کرتا ہے کرتا پھرے اس سے بھی معاشرہ میں بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

۳. تعلیم وتربیت کے اسالیب

اولاً تو اساتذہ کرام کو چاہیے کہ وہ اپنے طلبہ کو شفقت سے سمجھائیں کیونکہ ایک استاد کو اعلی اخلاق کا پیکر ہونا چاہیے تاکہ اس کا کردار وگفتار بھی خاموش مبلغ ہو۔نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا "احسن المومنين ايما نااحسنهم خلقا"(۴) کہ سب سے اچھا ایمان اس کا ہوتا ہے جس کا خلق اچھا ہو۔سرکار اقدس ﷺ اپنے تلمیذان والا تبار کی خطا دیکھتے تو انہیں احسن انداز میں سمجھاتے حدیث نبوی میں ہے، حضرت معاویہ بن حکم کہتے ہیں: بَيْنَا أَنَا أُصَلِّي مَعَ رَسُولِ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، إِذْ عَطَسَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ، فَقُلْتُ: يَرْحَمُكَ اللهُ فَرَمَانِي الْقَوْمُ بِأَبْصَارِهِمْ، فَقُلْتُ: وَاثُكْلَ أُمِّيَاهْ! مَا شَأْنُكُمْ تَنْظُرُونَ إِلَيَّ؟ فَجَعَلُوا يَضْرِبُونَ بِأَيْدِيهِمْ عَلَى أَفْخَاذِهِمْ، فَلَمَّا رَأَيْتُهُمْ يُصَمِّتُونَنِي لَكِنِّي سَكَتُّ، فَلَمَّا صَلَّى رَسُولُ اللهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، فَبِأَبِي هُوَ وَأُمِّي، مَا رَأَيْتُ مُعَلِّمًا قَبْلَهُ وَلَا بَعْدَهُ أَحْسَنَ تَعْلِيمًا مِنْهُ، فَوَاللهِ، مَا كَهَرَنِي وَلَا ضَرَبَنِي وَلَا شَتَمَنِي، قَالَ: «إِنَّ هَذِهِ الصَّلَاةَ لَا يَصْلُحُ فِيهَا شَيْءٌ مِنْ كَلَامِ النَّاسِ، إِنَّمَا هُوَ التَّسْبِيحُ وَالتَّكْبِيرُ وَقِرَاءَةُ الْقُرْآنِ. (۵) میں نبی اکرم ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک تھا کہ جماعت میں کسی شخص کو چھینک آئی، میں نے کہا: یرحمک اللہ۔لوگوں نے مجھے گھورنا شروع کر دیا۔ میں نے کہا: کاش یہ (معاویہ بن حکم) مر چکا ہوتا، تم مجھے کیوں گھور رہے ہو؟ یہ سن کر انہوں نے اپنی رانوں پر ہاتھ مارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے سمجھا وہ مجھے خاموش کرانا چاہتے ہیں تو میں خاموش ہو گیا۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر میرے ماں باپ فدا ہوں! میں نے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پہلے اور آپ کے بعد آپ سے بہتر کوئی سمجھانے والا نہیں دیکھا۔ خدا کی قسم! (نماز سے فارغ ہونے کے بعد) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے نہ تو جھڑکا اور نہ ہی برا بھلا کہا، نہ مارا، بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: نماز میں باتیں کرنا جائز نہیں ہیں، نماز میں صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت کی جاتی ہے۔ایک معلم کے لیے قرآنی تعلیمات یہ ہیں کہ آپ رحمت ورافت اور شفقت کو اپنائیں اور درشت مزاجی سے بچیں۔ اللہ رب العلمین اپنے حبیب لبیب سے فرماتے ہیں: فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ(۶)

---

۳ ابن اثیر، **اسد الغابۃ** (بیروت: دار المعارف، ۱۴۰۹ھ)، ۳: ۶۱۸۔

۴ محمد بن عیسی الترمذی، **الجامع السنن** (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۷۵ء)، رقم: ۱۳۸۔

۵ مسلم بن حجاج، **الجامع الصحیح**، رقم: ۱۱۹۹۔

۶ آل عمران، ۲: ۱۵۹۔

یہ اللہ تعالی کی رحمت ہی ہے جس کی بدولت اے محبوب آپ رحیم و کریم ہیں، اگر آپ تند خو اور سخت مزاج ہوتے یہ آپ کے جان نثار غلام آپ سے بھاگ جاتے اور راہ فرار اختیار کر لیتے۔ لیکن یہ اللہ تعالی کی کرم نوازی ہے جس نے آپ کی اعلی انداز میں تربیت فرمائی، حضور اکرم ﷺ خود ارشاد فرماتے ہیں : **ادبنی ربی فاحسن تادیبی** (۷) میرے رب نے میری تربیت فرمائی اور انتہائی اچھے انداز میں فرمائی۔ تاہم بوقت ضرورت طلباء کرام کو جرم پر سزا دی جاسکتی ہے۔ اس طرح علم و ادب سکھانے کے لیے بھی بقدرِ ضرورت سزا کی اجازت ہے، جس کے لیے شریعت نے حد مقرر کی ہے۔ جرائم پر سزا کا تصور قرآن نے تسلیم کیا ہوا ہے، مثلاً خاوند کو اجازت ہے کہ وہ اپنی بیوی کو تعظیم کے دائرے میں رکھے۔ نفسیاتی سزا کے طور پر اس سے ہم بستری نہ کرے۔ اگر نفسیاتی سزا بے اثر ہوتی ہے تو اُسے معمولی طور پر جسمانی سزا دے سکتا ہے۔ وَاللَّاتِي تَخَافُونَ نُشُوزَهُنَّ فَعِظُوهُنَّ وَاهْجُرُوهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ وَاضْرِبُوهُنَّ فَإِنْ أَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوا عَلَيْهِنَّ سَبِيلًا إِنَّ اللَّهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيرًا۔ (۸) اور اگر تمہیں اپنی بیویوں سے نافرمانی کا اندیشہ ہو تو انہیں وعظ و نصیحت سے سمجھاو، ان سے بستر الگ کر لو اور انہیں مارو، پس اگر وہ اطاعت شعار بن جائیں تو ان پر اب زیادتی روا نہیں، بے شک اللہ تعالی بہت بلند ہے۔

وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ وَلَا تَحْنَثْ إِنَّا وَجَدْنَاهُ صَابِرًا ۔(۹)

اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس سے اپنی بیوی کو مار و اور اپنی قسم نہ توڑو، ہم نے آپ کو (اے ایوب) بہت صبر کرنے والا پایا ہے۔

باپ کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ بچوں کو راہِ راست پر لانے کے لیے مارے۔ حضور نے حضرت معاذ کو نصیحت کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: **لاترفع عصاک ادباعنهم** (10) کہ ادب سکھانے کے لیے ان سے ڈنڈا نہ ہٹانا ایک اور مقام پر حضور نے ارشاد فرمایا: **عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده، قال: قال رسول الله ﷺ: مروا أولادكم بالصلاة وهم أبناء سبع سنين، واضربوهم عليها، وهم أبناء عشر وفرقوا بينهم في المضاجع.** (۱۱) حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا اپنے سات سال کے بچوں کو نماز کا حکم دو اور دس سال کی عمر میں ان کو سزا دو (اگر وہ نماز ترک کریں) اور ان کے بستر بھی جدا کر دو۔ ملا علی قاری اس کی شرح فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: واضربوهم عليها) : أي: على ترك الصلاة (وهم أبناء عشر سنين) : لأنهم بلغوا، أو قاربوا البلوغ۔ (۱۲) دس سال کی عمر میں ترک نماز پر بچوں کو مارو کیونکہ وہ اس عمر میں عموماً بچے بالغ ہو جاتے ہیں یا پھر قریب البلوغ ہوتے ہیں۔ گویا مراہق بچے کو بالغ شمار کرتے ہوئے اس پر یہ احکام مرتب کیے گئے۔ امام طبرانی نے معجم کبیر میں روایت نقل کی: **عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ علقوا السوط حيث يراه أهل البيت؛ فإنه لهم أدب**۔ (۱۳) نبی کریم ﷺ نے فرمایا: گھر میں ایسی جگہ کوڑا لٹکا کر رکھو جہاں سے وہ گھر والوں کو نظر آئے؛ کیوں کہ یہ ان کی تادیب کا ذریعہ ہے۔ ابن سعد نے اپنی طبقات کبری میں حضرت عکرمہ کا قول نقل کیا ہے فرماتے ہیں:

---

۷ جلال الدین السیوطی، **الجامع الصغیر** (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۱ء)، ۲: ۳۵۴۔

۸ النساء، ۴: ۳۴۔

۹ ص، ۳۸: ۴۴۔

۱۰ خطیب تبریزی، **مشکوۃ المصابیح** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۱۱ء)، رقم: ۵۶۔

۱۱ خطیب، **مشکوۃ المصابیح**، رقم: ۵۷۲۔

۱۲ ملا علی قاری، **مرقاۃ المفاتیح** (بیروت: دار الفکر، ۲۰۰۲ء)، ۲: ۵۱۲۔

۱۳ امام طبرانی، **المعجم الکبیر** (القاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ، ۲۰۰۶ء)، ۱۰: ۲۸۴۔

عن عكرمة قال: كان ابن عباس يجعل في رجلي الكبل يعلمني القرآن ويعلمني السنة۔(۱۴)

حضرت عکرمہؒ فرماتے ہیں حضرت ابن عباسؓ قرآن وسنت کی تعلیم کے لیے میرے پاؤں میں بیڑی ڈالا کرتے تھے۔

اور اسی قول کو امام بخاری نے اپنی جامع صحیح میں بھی باب **التوثق ممن تخشى معرته** (یعنی جس سے فساد کا اندیشہ ہو اسے بیڑی ڈالنا) کے ضمن میں نقل فرمایا۔(۱۵) علامہ ابن عابدین شامی بچوں کو مارنے کے بارے میں عندیہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں: **لايجوز ضرب ولد الحر بأمر أبيه، أما المعلم فله ضربه لأن المأمور يضربه نيابة عن الأب لمصلحته، والمعلم يضربه بحكم الملك بتمليك أبيه لمصلحة التعليم، وقيده الطرسوسي بأن يكون بغير آلة جارحة، وبأن لايزيد على ثلاث ضربات۔۔قال الشرنبلالي: والنقل في كتاب الصلاة يضرب الصغير باليد لا بالخشبة، ولايزيد على ثلاث ضربات".**(۱۶) فرماتے ہیں آزاد شخص کے بچے کو اس کے باپ کی اجازت سے اجنبی شخص کے لیے مارنا جائز نہیں تاہم معلم کے لیے جائز ہے کہ بچے کو مار سکتا ہے کیونکہ باپ کی اجازت جس مامور شخص کو ہے اس میں باپ کی ذاتی مصلحت ہے جبکہ استاد کے مارنے میں تعلیم کی مصلحت ہے (جو کہ ذاتی مصلحت سے کئی گنا بہتر ہے) اس مسئلہ کو امام طرطوسی نے مزید مقید کرتے ہے کہا کہ استاد بچے کو ایسے آلہ کے ساتھ مار سکتا ہے جو زخمی کرنے والا نہ ہو اور یہ کہ تین سے زائد ضربیں بھی نہ لگائے۔۔۔ شرنبلالی نے کہا نماز کے باب میں یہ وضاحت ہے کہ کہ چھوٹے بچے کو ہاتھ سے مارے چھڑی سے نہ مارے اور تین سے زیادہ ضربیں نہ لگائے۔

۴. جسمانی سزا کا حکم

ا۔بچے کو سزا دینی ہو تو معمولی سزا دی جائے کیونکہ ضرب غیر معتاد کی صورت میں شریعت مارنے والے کو سزا دینے کی روادار ہے۔ **أن يكون الضرب معتادا للتعليم كماً وكيفاً ومحلاً**[۱۷] ضرب غیر معتاد میں تین چیزوں کا اعتبار ہوتا ہے۔ کیفیت: یعنی بچے کو الٹا کر کے نہ مارے، کمیت: یعنی تین سے زیادہ ضربیں نہ لگائے، محلیت: یعنی چہرے اور شرمگاہ پر نہ مارے، علامہ حصکفی لکھتے ہیں: **إذا ضرب المعلم الصبى ضربًا فاحشًا فإنه يعزر و يضمنه لومات۔**(۱۸) اگر معلم نے بچے کو شدید ضرب لگائی اور بچہ مر گیا تو معلم اس کا ضامن ہو گا اور معلم کو شرعاً تعزیر لگائی جائے گی۔ علامہ شامی فرماتے ہیں: **ليس له أن يضربها فى التأديب ضربًا فاحشًا وهوالذى يكسر العظم أويحرق الجلد أو يسوّدهٗ۔**(۱۹) معلم کے لیے جائز نہیں کہ بچے کو بے تحاشا مارے اور ضرب شدید یہ ہے کہ اس قدر مارے کہ بچے کی ہڈی توڑ دے، اس کی کھال جلا دے یا اس کا چمڑا سیاہ کر دے۔

۱۴ابن سعد، **الطبقات الکبریٰ** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء)، ۵: ۲۱۹۔

۱۵ام حمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح** (کراچی: قدیمی کتب خانہ، ۱۹۴۹ء)، رقم: ۲۱۷۵۔

۱۶علامہ ابن عابدین شامی، **ردالمحتار** (دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء)، ۶: ۴۳۰۔

۱۷ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۴۳۰۔

۱۸ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۶: ۴۳۲۔

۱۹ابن عابدین، **ردالمحتار**، ۶: ۴۳۲۔

۲۔ سزا دینی ہو تو معلم کو چاہیے کہ تین سے زیادہ ضربیں نہ لگائے کیونکہ حدیث رسول میں ہے: **إيّاك أن تضرب فوق الثلاث فإنك إذا ضربتَ فوق الثالث اقتص اللهُ منك** ۔(۲۰) تین سے زیادہ ضربیں لگانے سے گریز کر، اگر تو نے تین سے زیادہ ضربیں لگائیں تو اللہ تعالیٰ تجھ سے قصاص لے گا۔

۳۔ چہرے اور شرمگاہ پر نہ مارا جائے کہ رسول اللہ ﷺ نے چہرے پر تھپڑ مارنے سے منع فرمایا۔ مشکوۃ المصابیح میں ہے "**عن أبي هريرة عن النبي ﷺ قال: «إذا ضرب أحدكم فليتق الوجه**.(۲۱) ابوہریرہ اسے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب تم میں سے کوئی مارے تو چہرے سے بچے۔ بلکہ نبی کریم ﷺ نے کسی چوپایے کو بھی منہ پر تھپڑ مارنے سے منع فرمایا، نیز اندام نہانی اور آلہ تناسل بھی ایسے اعضاء ہیں جن پر دیت کا لزوم اسفار فقہ میں عام حکم ہے، علامہ شامی کہتے ہیں: **فلوضربهٗ على الوجه أوعلى المذاكيريجب الضمان بلاخلاف**(۲۲) کہ اگر کسی نے چہرے پر یا شرمگاہ پر ضرب لگائی تو بلاخلاف نقصان کا ضامن ہوگا۔

۴۔ بغیر قصور کے بچے کو سزا نہ دے، اسفار فقہیہ میں ہے: **إذا ضربها بغيرحق وجب عليه التعزيروإن لم يكن فاحشا**(۲۳) اگر اس نے ناحق طور پر سزا دی تو معلم پر تعزیر لگائی جا سکتی ہے اگرچہ ضرب فاحش نہ ہو۔ جدید تعلیمی نفسیات کی رو سے جسمانی سزا طلبہ کے تعلیمی عمل پر بُرا اثر ڈالتی ہے، لہٰذا حتی الامکان جسمانی سزا سے معلم گریز کرے۔ سزا طالب علم کی عزتِ نفس اور خودداری مجروح کرتی ہے۔ استاد کے خلاف نفرت پیدا کرتی ہے اور بسا اوقات طالب علم سلسلۂ تعلیم ہی ختم کر دیتا ہے، لہٰذا استاد کو بچوں کی نفسیات سے پوری طرح واقف ہونا چاہیے۔

۵۔ بچے کو سزا دینا تب جائز ہے جب اس کے باپ کی طرف سے اس کی اجازت حاصل ہو کیونکہ انہوں نے بچہ تعلیم کے لیے بھیجا ہے اور تعلیم بغیر سزا کے بھی حاصل ہو سکتی ہے۔ **أن يكون الضرب بإذن الولي، لأن الضرب عند التعليم غيرمتعارف، وإنما الضرب عند سوء الأدب، فلا يكون ذلك من التعليم في شيء، وتسليم الولي صبيه إلى المعلم لتعليمه لايثبت الإذن في الضرب، فلهذا ليس له الضرب، إلا أن يأذن له فيه نصا**۔(۲۴) سزا کے لیے ضروری ہے کہ ولی کی اجازت حاصل ہو کیونکہ تعلیم کے معاملے میں سزا غیر متعارف امر ہے تاہم سزا سوئے ادب کے وقت دی جاتی ہے، تعلیم کے ساتھ اس کا کوئی واسطہ نہیں، اور ولی کا استاد کو بچہ حوالے کرنا قطعاً یہ ثابت نہیں کرتا کہ اس کی طرف سے مار پیٹ کی بھی اجازت مل گئی، لہذا استاد کو سزا کی اجازت نہیں مگر یہ کہ صراحتاً اجازت دے دے۔

۶۔ ناسمجھ بچے کو سزا دینا جائز نہیں۔ **أن يكون الصبي يعقل التأديب، فليس للمعلم ضرب من لا يعقل التأديب من الصبيان، قال الأثرم: سئل أحمد عن ضرب المعلم الصبيان، قال: على قدر ذنوبهم، ويتوقى بجهده الضرب وإذا كان**

---

۲۰ ابن عابدین، **ردالمختار**، ۶: ۴۳۲۔

۲۱ ابوداود سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داود** (بیروت: المکتب الاسلامی، ۲۰۰۵ء)، ۲: ۱۰۷۹۔

۲۲ ابن عابدین، **ردالمختار**، ۴: ۷۹۔

۲۳ ملک العماء کاسانی، **بدائع الصنائع** (بیروت: دار العلم، ۲۰۰۱ء)، ۲: ۱۶۴۔

۲۴ علامہ عینی، **البنایۃ علی الھدایۃ** (دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء)، ۵: ۲۳۵۔

صغيرا لا يعقل فلا يضربه۔(۲۵) سزا کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ بچہ عقل رکھتا ہو، نا سمجھ بچے کو سزا دینا کسی صورت جائز نہیں۔اثرم نے کہا احمد سے بچے کو سزا دینے کی بابت پوچھا تو انہوں نے جواب دیا: ان کے جرم کے مطابق سزا دی جاسکتی ہے تاہم چھوٹا بچہ ہو تو اسے سزا نہ دے۔

علامہ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:

تعلیم کے سلسلے میں بے جا مار پیٹ اور ڈانٹ ڈپٹ نقصان دہ عمل ہے، خصوصاً چھوٹے بچوں کے حق میں، کیونکہ یہ استاد کی نااہلی اور غلط تربیت کی نشانی ہے۔ جن کی نشو و نما ڈانٹ ڈپٹ اور قہر و تشدد سے ہوتی ہے، خواہ وہ پڑھنے والے بچے ہوں یا لونڈی غلام یا نوکر چاکر، ان کے دل و دماغ پر استاد کا قہر ہی چھایا رہتا ہے۔ بے چاروں کی طبیعت بجھ کر رہ جاتی ہے، امنگ و حوصلہ پست ہو جاتا ہے، شوق و دلچسپی جاتی رہتی ہے اور طبیعت میں مستی پیدا ہو جاتی ہے، بلکہ بعض اوقات تو دماغ معطل ہو کر رہ جاتا ہے۔ تشدد سے جھوٹ اور بد باطنی پیدا ہوتی ہے اور خود داری سلب ہو جاتی ہے۔(26) امام غزالی لکھتے ہیں: استاد کو بچوں کی بد سلوکی پر نصیحت کرنا چاہیے، لیکن سزا کے معاملے میں اُسے کھلے عام اور طوالت سے پرہیز کرنا لازم ہے، کیونکہ اس سے طالب علم اور استاذ کے درمیان احترام کا پردہ ہٹ جاتا ہے۔(۲۷)

۵. خلاصہ بحث

مدارس میں سزا کے متعلق ایک قانونی کتابچہ شائع کرنا حکومت وقت کی ذمہ داری ہے۔ لہذا ارکان بالا کی خدمت میں گذارش ہے کہ وہ سر دست اس پہ کوئی مناسب قانون نافذ کریں جو قرآن وسنت کا آئینہ دار ہو۔اساتذہ کو چاہیے کہ اعلی اخلاق کے متحمل ہوں اور طلبہ کو اپنا بیٹا سمجھیں۔ تاکہ وہ ان کی احسن انداز میں تربیت کر پائیں۔ طلبہ کی تربیت میں اولین کوشش اخلاق و کردار سے سمجھانا ہو کہ بچہ اپنے اساتذہ کو دیکھ کر بہت کچھ سیکھ جاتا ہے۔ اگر نصیحت سے بچہ نہ سمجھے تو ثانیا اسے زجر و توبیخ اور ڈانٹ ڈپٹ کے ساتھ تلقین کی جائے۔ جب سارے مراحل کارگر ثابت نہ ہوں تو سزا دینا بھی جائز ہے۔ سزا کے متعلق قانون شریعت یہ ہے کہ تین سے زیادہ ضربیں نہ لگائی جائیں۔ کیونکہ یہ تادیب ہے تعزیر نہیں۔ سزا میں اگرچہ ڈنڈے کا استعمال بھی ممنوع نہیں کہ نص قرآنی ہے وَخُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِهِ اپنے ہاتھ میں جھاڑو لو اور اس کے ساتھ مارو تاہم مناسب یہ ہے کہ ہاتھ کے ساتھ سزا دے تاکہ بچہ سرکش نہ ہو۔ سزا دیتے وقت بچے کو انسان سمجھا جائے تاکہ اس سے برتاو بھی انسانوں جیسا رہے۔اور اس سے شفقت و محبت رکھیں۔ بچے کو منہ پر کبھی تھپڑ نہ ماریں کہ حدیث پاک میں اس سے سختی سے منع کیا گیا ہے جبکہ عمومی طور پر اساتذہ کے ہاں یہ طریقہ سزا عام ہے۔ اساتذہ کی ٹریننگ میں سزا کے شرعی قوانین سے بھی انہیں آگاہی دی جائے تاکہ وہ اس پر عمل کریں۔ بچوں کو سزا کے ضمن میں مالی جرمانہ نہ لگایا جائے کہ یہ شرعا جائز نہیں کیونکہ بچے مدارس میں تعلیم سیکھنے آتے ہیں اور غرامت مالیہ کا دور کا بھی تعلیم سے تعلق نہیں۔

کتابیات

ابن اثیر، **اسد الغابۃ** (بیروت: دار المعارف، ۱۴۰۹ھ)۔

ابن سعد، **الطبقات الکبری** (بیروت: دار الکتب العلمیہ، ۲۰۰۱ء)۔

---

۲۵ **الضرب للتعليم**، دار السلاسل، کویت، ۳: ۱۴۳۔

۲۶ **الضرب للتعليم**، دار السلاسل، ۱۴۳۔

۲۷ محمد بن حامد غزالی، **احیاء علوم الدین** (لاہور: اردو ترجمہ، مجید بک ڈپو)، ۳۷۳۔

ابو داود سلیمان بن اشعث، **سنن ابی داود** (بیروت: المکتب الاسلامی ،۲۰۰۵ء)۔

امام طبرانی، **المعجم الکبیر** (القاہرہ: مکتبہ ابن تیمیہ،،۲۰۰۶ء)۔

جلال الدین السیوطی، **الجامع الصغیر** (بیروت: دار الفکر،۲۰۰۱ء)۔

خطیب تبریزی، **مشکوۃ المصابیح** (لاہور: مکتبہ رحمانیہ، ۲۰۱۱ء)۔

علامہ ابن عابدین شامی، **رد المختار** (دار الکتب العلمیہ،۲۰۰۱ء)۔

علامہ عینی، **البنایۃ علی الھدایۃ** (دار الکتب العلمیہ،۲۰۰۱ء)۔

محمد بن اسماعیل بخاری، **الجامع الصحیح** (کراچی: قدیمی کتب خانہ،۱۹۴۹ء)۔

محمد بن عیسی الترمذی، **الجامع السنن** (کراچی: قدیمی کتب خانہ،۱۹۷۵ء)۔

مسلم بن حجاج القشیری، **الجامع الصحیح** (کراچی: قدیمی کتب خانہ،۱۹۴۹ء)۔

ملا علی قاری، **مرقاۃ المفاتیح** (بیروت: دار الفکر،۲۰۰۲ء)۔

ملک العماء کاسانی، **بدائع الصنائع** (بیروت: دار العلم،۲۰۰۱ء)۔